ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدرِ شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد عطااللہ

صدرِ شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

وسیم ارشد

معاون شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

جدید اُردو افسانہ اور تصوف۔ تجزیاتی مطالعہ

Prof. Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
Head, Department of Urdu, Lahore Garison University, Lahore.
Dr. Muhammad Attaullah
Head, Department of Urdu, Lahore Leads University, Lahore.
Waseem Arshad*
Assistant Department of Urdu, Lahore Garison University, Lahore.

***Corresponding Authors:** waseem.arshad388@gmail.com

Modern Urdu Fiction and Sufism: An Analytical Study

Fiction writers of the 21st century have added to the structure and technique of this modern fiction by driving psychological conditions, complications, pressure of time and circumstances, realism of political and social situation, symbols, metaphors and aesthetics. In Urdu fiction, in the last decade of the 20th century, the writers of fiction, if not directly, but behind-the-scenes, have definitely reflected mystical experiences. These fiction writers include Intizar Hussain, Khalida Hussain, Asad Muhammad Khan, Mumtaz Mufti, Ashfaq Ahmed, Muhammad Saeed Sheikh etc.

Key Words: *Prem Chand, Anti story, Fiction Writers, Modern Fiction.*

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

افسانہ ایسی صنفِ ادب ہے جس کی حتمی یا منطقی تعریف کرنا بہت دشوار ہے کیوں کہ یہ بھی اُردو کی دیگر اصناف کی طرح وقت، حالات اور رجحانات کے باعث مسلسل تغیر پذیر ہے۔ اُردو افسانے کے وجود میں آنے سے قبل ہمارا ادب ایسے قصے کہانیوں، واقعات اور نثری ادب سے معمور تھا جو زندگی کے مختلف پہلوؤں کی نثر میں ترجمانی کرتے تھے کیوں کہ کہانی کا وجود انسان کے ساتھ ہمیشہ سے جڑا ہوا ہے لیکن اس بات میں بھی شک نہیں کہ اُردو ناول کی طرح اُردو افسانہ بھی ادب میں مغربی ادب کے توسط سے آیا ہے۔ جو چیز اس کو ناول سے یا دیگر نثری اصناف سے ممیز کرتی ہے۔ وہ اس کا ایجاز و اختصار ہے۔

سجاد حیدر یلدرم نے دیگر زبانوں کی مختصر کہانیوں کے تراجم کر کے بھی انھیں ادب کا حصہ بنایا۔ مگر اس روایتی طرز سے ہٹ کر ان کے ہم عصر پریم چند نے نئی روش اپنائی اورافسانے کے موضوعات میں دہی طرزِ معاشرے کو شامل کر کے وحدتِ تاثر پیدا کیا، اُن کے افسانے دیہی ماحول، اُن کے سماجی، ذات پات کے معاملات، طبقاتی مسائل، کسان اور مزدو طبقے کے مسائل کو کہانی کے ضم میں پرو کر کامیاب تجربات کیے اوراُردو افسانے کو حقیقت سے قریب کر دیا۔ اس حوالے سے ان کا شاہکار افسانہ ''کفن'' ہے جو بھوک سے مارے لوگوں کی نفسیات کا ترجمان ہے۔ اس حوالے سے ناقدِ فن لکھتی ہیں:

> ''پریم چند نے اُردو افسانے کی ایسی بنیاد رکھی کہ بعد کے لکھنے والوں نے اس پر ایسی عمارت تعمیر کی کہ اُردو افسانہ بہت جلد عالمی افسانے کے برابر آکر کھڑا ہو گیا۔'' (۱)

اس دور میں جہاں شہری و دیہی زندگی کے مسائل پر عمیق نظر ڈالی اسی دور میں علی عباس حسینی اور دیگر افسانہ نگاروں نے بھی سماجی حقائق کو بے نقاب کیا، ان میں اعظم کریوں بھی شامل تھے جنھوں نے اُردو افسانے میں عام آدمی کے مسائل کو بھی نہایت سلیقہ مندی سے پیش کیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دور میں حقیقت پسندی اور سر سید کی تحریک کے برخلاف اصلاحی تحاریک سر گرم عمل تھیں۔ ان کے متوازی ایک اورزور دار تحریک رومانیت پسندوں کی تھی جنھوں نے رومان اور تخیل کو اہم گردانا کیوں کہ اس تحریک کے حامیوں کے نزدیک ادب داخلی جذبات اور تلخ حقائق کے اظہار کا نام نہیں بلکہ دل بستگی اور ذہنی و فکری آسودگی کا نام تھا۔ اس لیے اُن کی تمام تر توجہ روحانی اور تخلیاتی افکار پر رہی جس نے آدمی کو خود ذات میں جھانکنے اور دلی کیفیات کی ترجمانی پر آمادہ کیا۔ ان میں نیاز فتح پوری، مجنون گورکھ پوری، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، عظیم بیگ چغتائی جیسے افسانہ نگار شامل

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

تھے۔ ان ادیبوں نے اُردو افسانے کو حقیقت کے دور حسن و روماں کے نخلستان سے متعارف کروایا اور اس میں خوب صورت رنگ بھرے۔

مگر اُردو افسانے میں کی روایت میں انقلاب تب آیا جب چند ادیبوں نے اپنے فن میں چنگاریاں سُلگا کر ایک افسانی مجموعہ "انگارے" ۱۹۳۲ء میں شائع کروایا۔ اس کی اشاعت نے حلقۂ ادب میں ہنگامہ آرائی برپا کر دی۔ اس میں رشید جہاں، سجاد ظہیر، احمد علی اور محمود الظفر کے افسانے شامل تھے۔ ان ترقی پسند نوجوانوں نے معاشرے کی زبوں حالی پر سخت الفاظ میں اور کاٹ دار جملوں میں اپنے جذبات کو کہانی کی صورت میں سب کے روبرو کیا۔ پھر انھیں جدت پسند نوجوانوں کی کوششوں سے ترقی پسند تحریک کو جلا بخشی جس سے افسانہ روایت و رومانویت سے نکل کر خالص حقیقت کا ترجمان بن گیا۔ جس نے معاشرے کے گوناگوں مسائل کو ہی پیش نہیں کیا بلکہ اس کے حل کی جانب توجہ بھی مبذول کروائی اور اپنا نعرہ "ادب برائے زندگی" لگایا۔ اس دور میں کثیر تعداد میں افسانے تخلیق کیے گئے جو کہ برصغیر کے لوگوں کی نفسیائی الجھنوں، کسان طبقے کی مظلومیت، جاگیرداروں کی اجارہ داری، غیر منصفانہ نظام، عورت کی بے توقیری، دولت، بھوک، طبقاتی کشمکش کو بیان کرنے لگے۔ اس ادب کو تخلیق کرنے والوں میں پریم چند، کرشن چندر، سجاد ظہیر، احمد علی، عصمت چغتائی، اوپندر ناتھ اشک، جیسے افسانہ نگار شامل تھے۔ ترقی پسند افسانے کے حوالے سے اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "ترقی پسند افسانہ معنوی طور پر پریم چند کی حقیقت نگاری کی توسیع تھا۔ بقول عزیز اگر پریم چند کا افسانہ مشعل راہ نہ ہوتا تو بہت سے نوجوان جو آج کامیاب ہیں اور مشہور ہیں، اندھیروں میں بھٹکتے پھرتے ہوتے اور تنقیدی اسالیب کی مقبولیت اور بڑھ گئی ہوتی۔"(۲)

جس ڈگر پر اُردو افسانہ چل رہا تھا اور اس روش کو آگے لے کر چلنے والوں میں راجندر سنگھ بیدی، سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، حاجرہ مسرور، غلام عباس شامل تھے۔ یہ وہ دور تھا جب برصغیر پاک و ہند کے فسادات سے پاک ہو کر ایک نوزائیدہ سلطنت بنا چکا تھا۔ ان افسانہ نگاروں نے تقسیم کے بے رحمانہ واقعات، زیادتیوں، وطن کی محبت، ہندو مسلم فسادات، نفسیاتی کیفیات اور لٹے پٹے لوگوں کی تصویر کشی کی گئی مگر اس بات میں بھی شک نہیں کہ ترقی پسند تحریک کے علم برداروں کا مقصد تخلیق ان سخت واقعات کو بیان کر کے قاری کے دل و دماغ میں اصلاح ذات کی جانب رغبت دلانا اور کامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کا درس دینا مقصود تھا۔ یہ رجحان ایک طویل عرصہ تک باقی رہا، مگر جس طرح ایک روایت جب مستعمل ہو جائے، تو نیا انقلاب جدیدت کی صورت

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

میں مد مقابل آتا ہے، کچھ یہی معاملہ ترقی پسند تحریک کے ساتھ پیش آیا اور اس کے مد مقابل رومانی تحریک ظاہر ہونے لگی مگر یہ رجحان زیادہ عرصہ نہ چل سکا۔

بیسوی صدی کی چھٹی دہائی میں تخلیق کیا جانے والا افسانہ جدید اُردو افسانے کی ذیل میں آیا۔ جس سے اُردو افسانے کا ایسا دور شروع ہوا کہ مصنفین نے خارج کی بجائے داخل کی ترجمانی شروع کر دی۔ جس سے لوگوں کا نقطۂ نظر اس کائنات کے اسرار و رموز کو دیکھنے کا یک سر بدل گیا۔ ان مصنفین نے علامتی پیرایہ اظہار اپنایا۔ اس حوالے سے ناقدِ فن کی رائے ملاحظہ کیجیے:

> ”ملک میں جمہوریت کشی اور فوجی آمریت کے ساتھ زبان و بیان اور اظہار و ابلاغ پر پابندی عائد ہو گئی جس کی وجہ سے ادیبوں نے نیا طرزِ اظہار (علامتی پیرانہ) اپنایا۔ اسی دور میں افسانے کی روایتی ہیئت کو توڑنے اور افسانے کو تجسیمی صورت کی جگہ تجریدی صورت دینے کی کوشش شروع ہو گئی۔“(۳)

ان بدلتے ہوئے رجحانات نے جب افسانے میں فروغ پایا تو افسانے نے جہاں روایت سے جدیدیت کا سفر کیا وہاں اس کے ساتھ بہت سی تبدیلیاں ہیئت و تکنیک کے اعتبار سے سامنے آنے لگیں۔ اس نئے افسانے میں اگرچہ اسلوب اور موضوعات کے حوالے سے برخلاف روایتی افسانے کے بہت سی نئی جہتیں موجود تھی۔ اس لیے یہ زاویہ نگاہ اور بلحاظ اسلوب افسانے میں اہم تصور تغیر متصور کیا گیا۔ اس نئے افسانے کے حوالے سے شمس الرحمن فاروقی کے تاثرات کو محقق نے یوں نقل کیا ہے:

> ”نیا افسانہ اظہار اور رویے کی بعض ایسی جہتوں کو نمایاں کرتا ہے جو پرانے وافسانے میں ذرا دبی ہوئی تھیں۔ نئے افسانے میں سب سے بنیادی فرق افسانہ گوئی اور افسانہ نویسی کی اصطلاحوں کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔“(۴)

جیسا کہ اس اقتباس کے مطالعہ سے فاضل نقاد کا فکر و نظر اور جدید اور روایتی افسانے کا فرق معلوم ہوتا ہے وہ اس افسانے کے اسلوب اور زاویہ نگاہ کے ضمن میں دیکھا جاسکتا ہے لیکن اس بات سے بھی روگردانی نہیں کی جا سکتی کہ جدید افسانے کا پرانے افسانے فرق ”حقیقت کا تصور“ تھا جو کہ پرانے افسانے میں اپنی مخصوص شکل میں موجود تھی مگر اس کے ساتھ تلخ گوئی نے اخلاقیات، سماجی اقدار، مذہبی عقائد اور نظریات کو بھی ٹھیس پہنچائی لہٰذا جدیدیت کے علم برداروں نے زندگی کی کشیدگی میں بھی نئی معنویت تلاش کرنے کے بارے میں غور و خوص کیا،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیوں کہ اس بے باک روایتی افسانے نے جہاں اقدار کا قتل کیا وہاں سماجی رویوں سے اکتاہٹ بھی پیدا کی۔ ایسے دور میں جدیدیت نے روحانی، داخلی، نفسیاتی تجربات کی مدد سے افسانے میں جدّت پیدا کی۔ اس کی ہیئت و تکنیک کے تجربات کی مدد سے افسانے نے نیا پن اپنے بطن میں ڈھال لیا۔ اس جدید افسانے کے حوالے سے منظر شہزاد نے بیان کیا ہے:

> ”جدیدیت یا جدید افسانے کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام تر کمزوریوں اور خام تجربوں کے باجوود مواد اور ہیئت ، اسلوب و تکنیک کے اعتبار سے اُردو افسانے کے افق کو وسیع اورافسانے کے موضوعات میں تنوع پیدا کیا۔ علامتی افسانے کے اسلوب کے استعمال نے افسانے کے اکہرے پن کو ختم کر کے تہہ داری پیدا کی اورافسانے میں صرف ماجرا (پلاٹ) اور کردار نگاری پر انحصار کی بجائے خیال اوراحساس کی بنیاد پر افسانے لکھنے کا تجربہ کیا۔“(۵)

مندرجہ بالا اقتباس جدید افسانے کے مقاصد و امتیازات کو بیان کرنے کے ساتھ ہی ہم پر یہ حقیقت بھی آشکار کر دیتا ہے کہ اس طرز نگارش نے ترقی پسند افسانہ نگاروں کے انتہاپسند رویے کو بھی یکسر مسترد کر دیا اور نت نئے تجربات سے اس میں معنی خیزی کو جنم دیا۔ جدید افسانے کے مطالعے سے چند اہم نکات ہمارے ذہن میں جنم لیتے ہیں جنھوں نے اس کو پرانے یا روایتی افسانے سے ممیز کیا۔ جدید افسانے کے حوالے سے ڈاکٹر آغا محمد قزلباش رقم طراز ہیں:

> ”جدید افسانے کا اسلوبِ بیان رمزی، اشارتی ، تمثیلی ، تجریدی اوراستعاراتی ہے جس کے باعث کہانی یا واقعہ پر پردہ سا پڑ جاتا ہے، غالباً اسی پہلو کی وجہ سے جدید افسانے کو اینٹی سٹوری سے بھی موسوم کیا جاتا ہے مگر اس کے معانی ہر گز نہیں کہ کہانی پن سرے سے مفقود ہو کر رہ گیا ہے بلکہ جدید افسانہ تو اپنے علامتی، رمزی اور استعاراتی العباد ئی وساطت سے جدید دور میں (Human Situation) کا ادراک حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوا ہے۔“(۶)

جدید افسانہ نگاروں نے جس خوب صورتی سے باطن کی سیاحت کی اس نے قاری کے وجود میں بننے والے اس ناسور کو پھوڑا جو کہ حقیقت پسندی کے زہر سے بھرا پڑا تھا۔ اس دور میں لکھنے والوں نے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے نت نئی علامات، استعارات، تمثیلوں کو پیش کیا کہ افسانہ بلحاظ موضوع و معانی اپنے آپ میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلہ

وسعت سمیٹنے لگا اور دوہری معنویت سر اٹھانے کی۔ ان علامتی افسانہ نگاروں نے افسانے کو ایک مخصوص دائرے سے نکال کر بلا کا تنوع، وسعت پیدا کر دی جس کی بدولت ایک نظام تخلیق سامنے آیا جو روایتوں کی سطح سے اوپر نئے افق کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہاں تھا۔ یہ اس صف ادب کی خوب صورتی ہے جو اپنے اندر تجربات، تغیر و تبدل کو قبول کر گیا اور افسانوں ادب متمول اور آزاد ہو گیا۔ جن افسانہ نگاروں اور ادیبوں نے اس رویے کو اپنانے ہوئے۔ اپنے اپنے تخلیقی فن پارے پیش کیے ان میں انتظار حسین، قرۃ العین حیدر، جوگندر پال، سریندر پرکاش اور انور سجاد جیسے افسانہ نگار شامل تھے۔ انھوں نے یہ علامتیں مذہب، نفسیات، علم معانی، فلسفہ جیسے دیگر علوم کے مزاج سے مستعار لے کر گہرا تاثر پیدا کیا مگر اس میں تجریدی اسلوب کی کار فرمائی بھی شامل تھی۔

اس دور میں تحریر کیے جانے والے افسانوں میں خاص طور پر انور سجاد کا "بچھو"، "نماز" سریندر پرکاش کا افسانہ "تلقارمس" براج مین را کا افسانہ "مقتل"، رشید امجد کا "گملے میں اگا ہوا شہر" جیسے افسانوں میں کہانی پن غارت ہو کر رہ گیا اور ان کا قاری محض معانی و مفاہیم اور مقصد تحریر کی پہلیوں کو حل کر تا رہ گیا۔

اُردو افسانے میں زمانے کے تغیرات کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان میں مغربی تقلید کی اثر پزیری شامل تھی کیوں کہ اہل علم و دانش خود کو مغربی ادب کے برابر لانے کے لیے تکنیک، موضوعات، ہیئت پر جو جدید تر تجربات کر رہے تھے ان میں محض تحریکات شامل نہ تھیں بلکہ مغربی ادبا کی تحریروں کا تتبع بھی شامل تھا۔ جس کو افسانے نے فراخ دلی سے قبول کیا۔ مگر مغرب کے افسانوں کے توسط سے اُردو ادب نے جہاں افسانوں میں حقیقت نگاری یا ترقی پسند رجحانات اور علامات نگاری کو قبول کیا وہاں تجریدیت بھی ایک ایسا رجحان تھا جو کہ روایتی پرستی ہے برخلاف ایک رد عمل کی صورت میں سامنے آیا۔ جس نے کہانی پن اور وحدت تاثر کو اثر انداز کر کے مجرد خیالات کو بصورت پلاٹ یا قصہ پیش کیا۔ تجریدی افسانے کے حوالے سے ناقدین فن نے کہیں اس کو جدید رخ کا پیش خیمہ قرار دیا اور کہیں تاثرات کی پیش کش کا داعی قرار دے کر اس کی حمایت کی۔ تجریدی افسانے کے تجربے کے حوالے سے شہزاد منظر نے ان الفاظ میں اپنی رائے بیان کی ہے:

> "تجریدیت کی ابتدا مصوری میں اس لیے ہوئی کہ مصور روایتی انداز کی تجسیمی مصوری سے اکتا چکے تھے چنانچہ انھوں نے اظہار کے لیے وسیلے کی تلاش میں فیگز کو مسخ کرنا شروع کر دیا اس طرح مصوری میں تجریدیت کی ابتدا ہوئی۔ کیا جدید افسانہ نگار یہ سمجھتے ہیں کہ اب

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

چونکہ اُردو افسانے کی ہیئت میں مزید ترقی کی گنجائش نہیں ہے اس لیے وہ افسانہ کو اس ہیئت کی قید سے نکالنے کے لیے اس کے مروجہ ڈھانچے کو توڑ رہے ہیں۔"(۷)

شہزاد منظر کے اس استفہامیہ لب ولہجہ اور انداز بیان سے اس نئے تجریدی افسانے کے مقاصد و مفاہیم سمجھ آنے لگتے ہیں لیکن اس حقیقت سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا کہ مسلسل روایت ہمیشہ ہی جمود کا شکار ہو کر جدت کو ہوا دیتی ہے جو کہ اس کی ضد کی شکل میں سامنے آتی ہے کچھ یہی اُردو افسانہ نگاروں نے بھی رویہ اپنانا۔ جہاں افسانہ اپنی کوکھ میں پلاٹ، کردار نگاری، منظر کشی، تحیر و تجسس اور معانی خیز انجام کو پال رہا تھا وہاں اس نشو و نما میں بہت سے خارجی عوامل اثر انداز ہونے اور یہ روایتی افسانہ جو کہ سماج کی بالائی سطح کو محض چھو رہا تھا ترقی پسند تحریک کے زیر اثر حقیقت کا ترجمان بن گیا اور اس نے عصریت کو اور روحِ عصر کو اپنے ضم میں سمو لیا۔ مگر اس نے اپنے قاری کو بے باک رجحانات، رویوں، سماجی، طبقاتی الجھنوں، فرسودہ رسومات، رشتوں کی دم توڑی زندگی، دیہی یا متوسط طبقے کے معاملات کو اپنے آپ میں ڈھال کے سو رنگ سے مضمون باندھے پھر تقسیم کے واقعات یا بعد از تقسیم سیاسی صورت حال اور آمریت کا غلبہ ان حالات نے ادبی تخلیق کاروں کو بہت متاثر کیا۔ مگر جب یہ رویہ ایک تواتر تک بر قرار رہا تو اس نے بھی اپنے مخلاف میں خارج کی بجائے داخلی جذبات کی کار فرما تحریکوں، افکار، نظریات کو فروغ دیا اور افسانہ علامتی رنگ میں ڈھلنے لگا اور یہ رویہ بھی رجحان کی صورت میں سامنے آنے لگا۔

بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو افسانہ اپنے مختلف ادوار میں نئے نئے روپ دھار تا رہا اور بیسویں صدی کے وسط میں لگ بھگ ۱۹۵۵ سے ۱۹۶۰ کے عرصہ میں جدیدیت کے رستے پر چل پڑا اور پھر اس دور کا افسانہ اپنے اندر حکایاتی، تلمیحی اور تمثیلی عناصر کے ساتھ علامتی اور تجریدی رویہ بھی اپناتا رہا جس کے پیش رو میں انتظار حسین، قرۃ العین حیدر سریندر پرکاش، بلراج کومل، انور سجاد، رشید امجد، خالدہ حسین، مشتاق قمر، مرزا حامد بیگ، اعجاز راہی جیسے بہت سے افسانہ نگار شامل تھے۔

۱۹۷۱ء میں سقوط ڈھاکہ کے سانحے نے بھی ادیبوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اور انھوں نے افسانے میں تصادم، نفرت، بغاوت اور اجتماعیت کے شیرازہ بکھرنے پر گہرے تاسف کو اپنے افسانوں کے ضم میں سمو دیا۔ اس دور میں غلام ثقلین، ممتاز مفتی اور مشتاق قمر جیسے افسانہ نگاروں نے اس تقسیم بنگال کے فیصلہ کی سرحدوں کو قریب سے محسوس کیا اور افسانوں کا موضوع بنایا۔ اس دوران بدلتے ہوئے میلانات میں ملکی تبدیلیوں، تحریکات اور سیاسی اور اقتصادی نظام کا اثر دیگر اصناف ادب کی طرح افسانے پر بھی گہرا پڑا۔ پھر تیسرا دور ۱۹۸۰ء کے قریب شروع ہوا۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلہ

جس نے تمام تر رجحانات کو اپنے داخل میں سمو لیا اور جدید تر افسانہ جنم لینے لگا۔ اس جدید ترین افسانے کی تشریح و تفسیر کو ڈاکٹر آغا محمد قزلباش نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''اُردو کا جدید ترین افسانہ ایک ایسی سمت کی قدم بڑھانے کی کوشش کرتا نظر آ رہا ہے جسے ہم نامیاتی کل (Organic whole) قرار دے سکتے ہیں۔ یعنی ایسا نامیاتی کل جس کے مطابق افسانہ، کردار اور افسانویت سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ علامتی، نفسیاتی، تجریدی زاویوں اور دیگر عصری میلانات کو بھی کمالِ ہنر مندی سے پیش کر سکے گا۔''(۸)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اُردو افسانہ جن روایات اور رجحانات سے دوچار ہوا ان سب کے اجزا کو سمیٹ کر جدید تر افسانہ بن گیا لیکن اس سفر میں اصل ہاتھ ان افسانہ نگاروں کا ہے جنھوں نے اپنی تخلیقی مساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے بے لاگ تجربات کیے اور افسانے کو فنی سلیقہ شعاری سے توقیر بخشی۔

جدت کا لفظ ہمیشہ روایت سے انحراف کی صورت ہی دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح اُردو افسانے نے روایتی افسانے سے جدیدیت کے زینے پر قدم رکھا۔ اس کے اسلوبِ بیان، ماہیت و تکنیک کے نت نئے تجربات نے جہاں اس کو جدید کی شارع پر گامزن کیا اسی طرح اُردو افسانے میں بیسیوی صدی کی آخری دہائی میں افسانہ نگاروں نے براہ راست نہ سہی مگر پس پردہ صوفیانہ تجربات کی بازگشت ضرور کی ہے۔ ان افسانہ نگاروں میں انتظار حسین، خالدہ حسین، اسد محمد خان، ممتاز مفتی، اشفاق احمد، محمد سعید شیخ وغیرہ شامل ہیں۔

اسد محمد خان نے اپنے افسانوں میں ایسے کردار تخلیق کیے جو کہ براہ راست تو نہیں مگر ان کے باطن میں ایک صوفی ضرور موجود ہے جو ان کے روحانی جذبات کی آنچ دھیمی پڑنے نہیں دیتا۔ ان افسانوں میں 'باسودے کی مریم'، اور ''مئی دادا'' شامل ہیں جو کہ اپنے اندر خالق کی اور اس کے محبوب کی محبت کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ خاص طور پر باسودے کی مریم کے مرکزی کردار باسودے کی مریم کے حوالے محقق فن رقم طراز ہیں:

> ''باسوے کی مریم ایک ناخواندہ، بے علم بے تہذیب عورت کا کردار ہے جو سم اور روح کے رشتوں میں یوں ڈولتی ہے جیسے مرزا غالب کعبہ اور کلیسا کے درمیان۔''(۹)

یہ افسانہ اپنے اندر ہندوستان کی غریب عوام کے دل میں کملی والے کی محبت کی ترجمانی کرتا ہے جو کلمہ بھی اپنی مرضی کا پڑھتی ہے اور عمر بھر نبی ﷺ کے گھر کے دیدار کے لیے پیسا جمع کرتی ہے مگر حالات کی ستم ظریفی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13

ماخذ تحقیقی مجلّہ

کہ سارا اسباب بیٹے کے علاج معالجے میں خرچ ہو جاتا ہے مگر عشقِ رسول ﷺ کی لذت میں تڑپتی ہوتی ہمیشہ کے لیے روح کو واصل کر دیتی ہے۔

اشفاق احمد کے افسانوں میں بھی اسلامی تہذیب کے تانے بانے اور متصوفانہ جہات کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا افسانہ "گڈریا" خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کا مرکزی کردار "داؤ دجی" ہندو مذہب کا نمائندہ ہے۔ اس کے حوالے سے صاحب رائے نے یوں بیان کیا ہے:

> "فارسی اور عربی ادب کی آمیزش ہندوستان کے علامتی تشخص کی علامتوں اور پیغمبر اسلام کی سیرت مقدسہ کی روایتوں سے گندھا ہوا یہ ہندو کردار ہندوستانی تصوف کی حقیقی روح کا اظہار کرتا ہے۔" (۱۰)

بیسویں صدی کے افسانہ نگاروں میں موجود ممتاز مفتی نے بھی انسانی رویوں، نفسیات، متصوفانہ فکر و نظر کی ترجمانی کی۔ ان کے افسانوں کا اسلوب اگرچہ ہندی زبان کے تال میل کا پروردہ ہے۔ ان کے افسانوں میں "سے کا بندھن"، "ان پورنی" میں ایسے کردار پیش کیے جو اپنے قریب لانے کی بجائے عرفان ذات کی اور اصل کی منزل کی طرف لگا دیتے ہیں جیسا کہ ان پورنی میں گائیکا کا کردار ہے جو کسی کو اپنی گیت سنا کر اسے ان پورن بنا دیتی ہے جبکہ ناقدین فن نے ان کا افسانہ سے کا بندھ کو انسان کے روحانی ارتقا یعنی مجاز سے حقیقت تک سفر قرار دیا ہے۔ اس افسانے میں بھی تمثیلی انداز میں سنہرے بی بی اپنے فن کی سر میں جس کے سامنے فن کی جلوہ گری کرتی، اس کو اپنے من کی ٹوٹی کھڑکی سے جھانکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جس سے بندہ قبلہ راست کا مجاور بن جاتا ہے۔

موجودہ دور میں جو افسانے تخلیق کیے جا رہے ہیں ان میں اُردو افسانے کے ارتقا کے تمام رنگ اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں۔ اکیسویں صدی کے افسانہ نگاروں نے نفسیاتی کیفیات، پیچیدگیوں، وقت و حالات کا جبر مسلسل، سیاسی و سماجی صورت حال کی حقیقت نگاری، علامات، استعارات اور جمالیات غرض تمام تر پہلوؤں کی کارفرمائی سے اس جدید افسانہ کی ہیئت، تکنیک میں اضافے کیے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ابنِ کنول، پروفیسر، اُردو افسانہ، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۶

۲۔ سدید، ڈاکٹر انور، اُردو ادب کی تحریکیں، انجمن ترقی اُردو پاکستان، لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۴۶۸

۳۔ شہزاد منظر، جدید اُردو افسانہ، منظر پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۲

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue 4, (Oct to Dec 2023)
https://doi.org/10.47205/makhz.2023(4-IV)urdu-13
ماخذ تحقیقی مجلّہ

۴۔ قزلباش،ڈاکٹر سلیم آغا،جدید اُردو افسانے کے رجحانات، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی،۲۰۲۰ء،ص۸۱
۵۔ شہزاد منظر،جدید اُردو افسانہ،ص۶۳
۶۔ قزلباش،ڈاکٹر سلیم آغا،جدید اُردو افسانے کے رجحانات،ص۴۷۲
۷۔ شہزاد منظر،جدید اُردو افسانہ،ص۳۰
۸۔ قزلباش،ڈاکٹر سلیم آغا،جدید اُردو افسانے کے رجحانات،ص۶۶۵
۹۔ نجیبہ عارف،نیا اُردو افسانہ،مرتب:یاسمین حمیدہ،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء،ص۹۸
۱۰۔ ایضاً،ص۹۶